38

جلسہ سالانہ پر باہر سے آنے والے اور قادیان میں رہنے والے بہت دعائیں کریں

(فرمودہ 19 دسمبر 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

" آج 19 تاریخ ہے اور سات دن کے بعد یعنی اگلے جمعہ کے دن انشاءاللہ ہمارا سالانہ جلسہ شروع ہونے والا ہے۔سالانہ جلسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے رکھی تھی اور آپ کا منشاء یہ تھا کہ کم سے کم جماعت کے دوست سال میں ایک دفعہ قادیان آکر خدا تعالیٰ کی باتیں سنیں۔ دین کی مشکلات معلوم کریں۔ ان مشکلات کے ازالہ کی تدابیر سوچیں اور دوسروں سے سنیں۔ کیسی چھوٹی سی بناء سے یہ جلسہ شروع ہؤا تھا جبکہ چھوٹے چھوٹے گاؤں کے میلوں کے برابر بھی اس کی حیثیت نہ تھی۔ آج گو افراد کی تعداد کے لحاظ سے نہیں مگر تنظیم اور کام کی نوعیت کے لحاظ سے اور اس میں شامل ہونے والے افراد کے لحاظ سے جو دنیا کے مختلف گوشوں سے اس میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ جلسہ دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک ہی جلسہ ہے۔اول تو کوئی جگہ دنیا میں ایسی نہیں جس میں دین کی اشاعت کی خاطر اس قدر لوگ جمع ہوتے ہوں اور وہ بھی دینِ اسلام کی اشاعت کی خاطر۔ جو اِس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مطعون اور مظلوم ہو رہا ہے۔ پھر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اتنے لوگ جمع ہوں اور اس نظام کے ساتھ ان کے کھانے اور

رہائش کا انتظام کیا جاتا ہو جیسا کہ یہاں ہوتا ہے۔

پھر دنیا میں اَور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم کے لئے اس رنگ میں انتظام کیا جاتا ہو۔ اس میں شامل ہونے والے افراد کے لحاظ سے بھی یہ جلسہ معمولی نہیں۔ پچیس، تیس ہزار لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایسے جلسے بھی ہوتے ہیں جن میں بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ کانگرس کے جلسوں میں پچاس ساٹھ ہزار لوگ شامل ہو جاتے ہیں مگر وہ شمولیت اَور قسم کی ہے۔ کانگرس کے جلسوں میں شامل ہونے والے اپنے فائدہ کے لئے شامل ہوتے ہیں۔ مگر اس میں شامل ہونے والے ساری دنیا کے فائدہ کی خاطر شامل ہوتے ہیں۔ یہ فرق ایسا ہی ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں پلاؤ پکاتا ہے اس لئے کہ خود کھائے اور ایک شخص اس لئے پکاتا ہے کہ غرباء کو کھلائے۔ کانگرس کے جلسوں میں شامل ہونے والوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو آزاد کرائیں، حکومت پر ان کا قبضہ ہو اور بڑے بڑے عُہدے ان کو مل جائیں۔ مگر جو لوگ قادیان میں جلسہ پر آتے ہیں ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تھوڑی سی پونجی جو خدا تعالیٰ نے اُن کو دی ہے اسے خدا تعالیٰ کے لئے قربان کریں تا کہ دنیا کو نور اور ہدایت ملے۔

ایسے اجتماع میں آنے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ جو انسان کسی نیکی کے کام کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہے اس کی تکمیل بھی اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ نوافل کے متعلق انسان کو اختیار ہے کہ پڑھے یا نہ پڑھے مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ جب ایک دفعہ نفل کا ارادہ کر لو تو اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ قرآن کریم میں يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ[1] کا حکم آیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ نوافل کا بجا لانا یا نہ لانا انسان کے اختیار کی بات ہے مگر جب ارادہ کر لیا جائے تو پھر چھوڑ دینا اپنے اختیار میں نہیں۔ جب ایک قوم ارادہ کر لیتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی خدمت کے لئے ایک جگہ جمع ہو گی تو پھر وہ ذمہ داری اپنے سر لے لیتی ہے

اور پھر وہ نفل بھی فرض بن جاتا ہے۔

پس ہماری جماعت کا یہاں جمع ہونا جس غرض اور جس مقصد کے لئے ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہر فرد جو گھر سے نکلتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے نیت کو نیک کرے۔ قادیان میں ہزاروں لوگ باہر سے آ کر آباد ہیں ان کے گاؤں اور شہروں سے جلسہ کے لئے قادیان آنے والے یہ بھی نیت کر سکتے ہیں کہ جلسہ بھی دیکھیں گے اور اپنے رشتہ داروں سے بھی ملیں گے۔ بعض لوگ یہ نیت بھی کر سکتے ہیں کہ جلسہ پر بھی ہو آئیں گے اور اس موقع پر اپنے یا اپنے کسی عزیز کے نکاح کا اعلان بھی کرا لیں گے۔ کئی تاجر پیشہ دوست بھی آتے ہیں۔ وہ یہ نیت کر سکتے ہیں کہ جلسہ بھی ہو جائے گا اور اس موقع پر بہت سے لوگ جمع ہوں گے اس لئے اپنی چیزیں بھی فروخت کریں گے مگر یہ خیال ایسا ہی ہے جیسے کوئی دکاندار دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرے یا گھی میں بعض لوگ کئی قسم کی چربیاں وغیرہ ملا لیتے ہیں یا کھانڈ میں آٹا ملا دیتے ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے ایک کام کرتا ہے تو اس میں دوسری نیت شامل کیوں کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ دوسرے کام بھی کئے جا سکتے ہیں تو اس کی نیت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ حج کے لئے جو لوگ جاتے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی تجارت بھی کر لے تو جائز ہے لیکن اگر کوئی حج کی نیت اس لئے کرے کہ حج بھی کروں گا اور تجارت بھی کروں گا تو یہ نیک عمل کو ضائع کرنے والی بات ہے۔ اگر وہ خالص حج کی نیت کرے تو کیا تجارت نہ ہو سکے گی۔ انسان یہ کیوں کہے کہ چلو جی جلسہ پر چلتے ہیں۔ وہاں فلاں نکاح بھی پڑھوائیں گے یہ نیت کیوں نہ کرے کہ جلسہ پر تو ضرور جانا ہے اور دین کے لئے جانا ہے۔ پھر اگر اس موقع پر شادی کا انتظام ہو سکے تو اس میں کوئی رکاوٹ تو پیدا نہ ہو جائے گی۔ یا اگر یہ نیت ہو کہ اس مقدس اجتماع میں ضرور شامل ہونا ہے۔ تو کیا اس کے رشتہ دار اسے ملنے سے انکار کر دیں گے یا وہ اسے نظر نہ آئیں گے؟ رشتہ داروں سے ملنے یا تجارت کرنے یا شادی کا انتظام

کرنے کو نیت میں شامل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔اگر کوئی جلسہ کی نیت کے ساتھ آتا ہے۔ مگر ساتھ اپنا سامان بھی فروخت کرتا ہے تو اس کے کام میں اسے کوئی فرق تو نہیں پڑ سکتا۔لیکن اگر جلسہ میں آنے کی نیت کے ساتھ وہ تجارت یا رشتہ داروں کی ملاقات کی نیت کو شامل کرتا ہے تو یہ دودھ میں پانی ملانے والی بات ہے۔یہ بھی معاملہ بہت پیچیدہ معاملہ ہے۔رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ 2 یعنی اعمال کی بناء نیتوں پر ہے۔اور اگر نیت کے معنی کوئی اچھی طرح سمجھ لے تو بہت بڑے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔فقہاء نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نماز کے لئے نیت ضروری ہے اور جن لوگوں نے اس بات کی حقیقت کو سمجھا انہوں نے فائدہ بھی اٹھایا۔

شریعت کا اصل منشاء یہ ہے کہ جب انسان نیت کرے گا تو کام سے پہلے کرے گا اور فعل اور نیت کے درمیان جو وقفہ ہو گا اس میں بھی اسی طرف متوجہ ہو گا اور اس طرح وہ وقت بھی اس کا نماز میں ہی گویا گزرے گا۔لیکن آگے بنانے والوں نے اس کا کیا نتیجہ بنا لیا۔کہتے ہیں کہ کسی شخص کو وہم کی بیماری تھی۔اِدھر اُسے یہ شبہ ڈال دیا گیا تھا کہ اگر نماز کی نیت اس رنگ میں نہ کی جائے جو مولوی بتاتے ہیں تو نماز نہیں ہوتی۔اسے وہم کی بیماری تھی اس لئے جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا تو کہتا چار رکعت فرض نماز ظہر پیچھے اِس امام کے اور یہ کہتے ہوئے انگلی کے ساتھ امام کی طرف اشارہ کرتا۔لیکن پھر اس کے دل میں شبہ پیدا ہوتا کہ شاید میری انگلی کا اشارہ سیدھا امام کی طرف ہوا ہے یا نہیں۔اس لئے وہ صفیں چیر کر پہلی صف میں پہنچتا اور پھر امام کی طرف انگلی کر کے کہتا پیچھے اس امام کے۔پھر بھی اسے شبہ رہتا کہ شاید انگلی کا اشارہ بالکل صحیح طور پر سیدھا نہ کیا جا سکا اور اِس لئے امام کو انگلیاں مار مار کر کہتا پیچھے اِس امام کے۔تو یہ غلط مفہوم ہے نیت کا۔فقہاء نے جو لکھا اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان نماز کو خدا تعالیٰ کے لئے خاص کر دے اور جب پڑھنے لگے تو اسے یہی خیال ہو کہ مَیں یہ نماز خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کے

قرب اور وصال اور دیدار کی خاطر پڑھتا ہوں۔ اور یہ ہے اصل نیت ورنہ یہ نیت نہیں کہ چار رکعت فرض نماز ظہر۔ ایسا بھی کوئی ہو سکتا ہے کہ جو نماز ظہر پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اسے پتہ نہ ہو کہ ظہر کے فرض چار ہیں یا دو۔ یہ تو اس مسئلہ کو ایک کھلونا بنا لیا گیا ہے ورنہ مفہوم اس کا صرف اتنا ہی ہے کہ انسان اپنے ارادہ اور نیت کو درست کر کے نماز پڑھے۔ ریاء اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ پڑھے۔ یا محض عادتاً نہ پڑھے۔ بعض لوگوں کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ جیسے بعض لوگوں کو افیون کھانے کی عادت ہوتی ہے یا بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ صبح صبح اپنے کسی دوست کے پاس جا کر بیٹھتے اور باتیں کرتے ہیں۔ اگر وہ دوست کسی دوسری جگہ چلا جائے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ پھر کئی لوگ اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ دوسرے لوگ کہیں یہ کیسا اچھا آدمی ہے۔ بڑا نمازی ہے۔ ایسا شخص خواہ ہزار دفعہ کہے پیچھے اِس امام کے۔ چاہے امام کو انگلیاں مار مار کر اشارہ کرے اس کی نماز نہ ہو گی کیونکہ گو وہ مُنہ سے کہتا ہے چار رکعت نماز فرض۔ مگر وہ فرض ادا نہیں کرتا وہ تو بندوں کے لئے نماز پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے نہیں اور جو بندوں کے لئے پڑھے وہ یہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرض ادا کرتا ہے یا جو عادتاً ادا کرتا ہے وہ فرض ادا نہیں کرتا۔ جس طرح جس شخص کو افیون کھانے کی عادت ہو وہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خدا تعالیٰ کا کوئی فرض ادا کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنی عادت پوری کرتا ہے یا جو اپنے دوست کی بیٹھک میں بیٹھ کر باتیں کرتا ہے وہ کوئی فرض ادا نہیں کرتا بلکہ اپنی عادت پوری کرتا ہے۔ محض مُنہ سے فرض کہہ دینے سے فرض ادا نہیں ہو جاتا۔ نیت کا یہی مفہوم تھا جسے لوگوں نے بگاڑ لیا۔ یہی بات اسلام کے ہر عمل میں ہے۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ جب تک کسی عمل کے ساتھ نیت درست نہ ہو وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ رمضان کے دنوں میں بعض بچے بھی روزے رکھتے ہیں۔ وہ ماؤں سے لڑتے ہیں کہ

انہیں کیوں روزہ کے لئے نہیں اٹھایا گیا۔ انہیں روزہ رکھنے کا شوق ہوتا ہے مگر ان کی نیت کیا ہوتی ہے؟ صرف مقابلہ کرنے کے لئے وہ روزے رکھتے ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کتنے روزے رکھے اور تم نے کتنے۔ غرض وہ محض مقابلہ کے لئے روزے رکھتے ہیں۔ کوئی ادائیگی فرض کی نیت نہیں ہوتی۔ وہ صرف اس فقرہ کے لئے روزے رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کہہ سکیں کہ تم نے کتنے روزے رکھے اور تم نے کتنے۔ ان کی غرض صرف دکھاوا اور مقابلہ ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ایسے لوگوں کی مثال میں جو دکھاوے کے لئے کام کرتے ہیں ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی عورت تھی اس نے کوئی انگوٹھی بنوائی۔ اسے شوق تھا کہ ہمجولیاں اس انگوٹھی کی تعریف کریں مگر کسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ آخر اس نے اسی جَلن میں اپنے مکان کو آگ لگا دی اور ایسے رنگ میں لگائی کہ کوئی چیز صحیح سالم نہ بچ سکے۔ لوگ جمع ہو گئے اور آگ بجھانے میں لگ گئے۔ عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ جو عورت آتی اس عورت سے پوچھتی۔ ہے ہے بہن کچھ بچا بھی اور وہ کہتی کہ بس یہی انگوٹھی بچی ہے۔ کسی عورت نے کہا۔ بہن یہ انگوٹھی تم نے کب بنوائی ہے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ چیخ مار کر کہنے لگی کہ اگر پہلے تم یہ پوچھ لیتیں تو میرا گھر کیوں جلتا۔

تو کئی لوگ نیک اعمال بھی اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ تعریف کریں۔ نمازیں اس لئے پڑھتے ہیں کہ لوگ کہیں بڑا نمازی ہے۔ لیکچر دیتے ہیں تو یہ غرض نہیں ہوتی کہ دین کی اشاعت ہو یا تقویٰ مدنظر نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ لوگ کہیں بڑا بولنے والا ہے، بڑا لیکچرار ہے۔ خواہ کوئی کچھ سمجھے یا نہ سمجھے اس کی انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میرا ایک پرانا ملنے والا میرے پاس آیا اور درس میں شریک ہوا۔ میری جو شامت آئی تو میں نے درس کے بعد اس سے پوچھا کہ سناؤ کچھ لطف بھی آیا۔ اس نے کہا ہاں اچھا تھا۔ آپ قرآن کریم کے معنے بیان کرتے تھے مگر ہمارے پیر صاحب جو

لیکچر دیتے یا خطبہ پڑھتے ہیں وہ کمال ہوتا ہے۔ مَیں نے پوچھا اس میں کیا ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ ہمارے پیر صاحب کے لیکچر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو چار آنے والا ہوتا ہے وہ تو آپ جیسا ہی ہوتا ہے۔ خدا رسول کی باتیں کرتے ہیں۔ دوسرا آٹھ آنے والا ہوتا ہے اس کی کوئی بات سمجھ میں آتی ہے اور کوئی نہیں۔ تیسرا ایک روپیہ والا ہوتا ہے اور وہ تو حرام ہے اگر بڑے بڑے مولوی بھی کچھ سمجھ سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا لیکچر دے کر اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا کوئی ثواب اسے ملے گا تو یہ خام خیالی ہے۔ اس لیکچر کی غرض دین کی اشاعت یا تقویٰ نہیں ہوتی بلکہ لوگوں پر رُعب ڈالنا ہوتی ہے۔ وعظ کے معنے تو یہ ہوتے ہیں کہ وعظ کرنے والا وہی بات کہے جو سننے والوں کے دل میں ہو۔ واعظ سننے والوں کے دل کی باتیں نکالتا ہے اور اسی لیکچر کا ثواب ہوتا ہے لیکن جس کی غرض یہ ہو کہ دوسروں پر رعب پڑے اور ان کو بتایا جائے کہ میرے پاس کچھ ایسی باتیں ہیں جو مَیں نے چھپائی ہوئی ہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے ایک جلسہ سالانہ پر عرفانِ الٰہی کے موضوع پر تقریر کی۔ ایک شخص نے مجھے رقعہ لکھا۔ معلوم نہیں وہ احمدی تھا یا غیر احمدی۔ اس نے لکھا کہ آپ نے تو غضب کیا جو اتنی زیادہ باتیں بیان کر دیں۔ پیر لوگ تو ان میں سے ایک ایک دس دس سال خدمتیں کرانے کے بعد بتاتے تھے۔ حالانکہ جو شخص اس خیال کا ہو وہ پیر کیسا؟ جب وہ اس علم کو جو خدا تعالیٰ نے اسے دیا ہے چھپاتا ہے۔ ہر واعظ جو باتیں اس لئے کرتا ہے کہ لوگوں پر اس کا رعب پڑے اور وہ سمجھیں کہ کچھ باتیں اَور بھی اس کے پاس ہیں جو یہ خدمت لے کر بتائے گا۔ اس کا وعظ وعظ نہیں بکواس ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تو سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی بات بتانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روک ہو۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو مَیں بیان نہیں کر سکتا۔ وہ میرے بعد آنے والا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھائے گا۔3 تو اس سے

آپ کی مراد ایسے علوم سے تھی جو اس زمانہ کے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ایسی باتوں کو انبیاء اس لئے نہیں چُھپاتے کہ وہ بتانا نہیں چاہتے بلکہ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ نے اُس زمانہ کے لئے مقدر نہیں کی ہوتیں۔ ایسی باتوں کو اللہ تعالیٰ بھی چھپا لیتا ہے۔ رؤیا و الہام ایسے کلام میں کرتا ہے کہ جس کے اس زمانہ کے لوگ سیدھے سادے معنے کر لیتے ہیں اور صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ جب وہ باتیں اپنے زمانہ میں آ کر پوری ہوتی ہیں تو پھر اصل معنے ان کے کھلتے ہیں۔ تو ہر نیکی نیت کے ساتھ بنتی ہے۔ نیت اچھی نہ ہو تو کچھ نہیں۔ شعراء اپنے کلام میں کس قدر تکلفات کرتے ہیں۔ دُور دُور کی تشبیہات لاتے ہیں۔ کسی چیز کی تشبیہ کے لئے ان کی نظر ستاروں کی طرف جاتی ہے اور کسی کے لئے تحت الثریٰ کی طرف۔ لیکن اس سب کوشش کا کوئی اثر نہ ان کی ذات پر ہوتا ہے، نہ دنیا پر سوائے گندے اثر کے۔ مگر انبیاء سیدھی سادی باتیں دنیا کے سامنے کرتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ دنیا کی ہدایت ہو جائے۔ اس لئے ان کی باتیں لوگوں پر اثر کرتی ہیں۔ تو نیت اور ارادہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے کلام میں تاثیر پیدا ہوتی ہے لیکن تکلّفات اور مصنوعی باتیں جن کا مقصد صرف اپنے لئے عزت و جاہ کی تلاش ہو۔ ان میں برکت نہیں ہوتی۔

پس باہر سے جو دوست آنے والے ہیں مَیں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ روانہ ہونے سے پہلے اپنی نیتوں کو نیک کریں اور جو دوست آ چکے ہیں اگر انہوں نے کوئی بھی نیت نہ کی ہو تو اب کر لیں اور اگر کی تھی، اس میں خرابی تھی تو اسے اب درست کر لیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غلطی کی اصلاح کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ وہ یہ نیت کر لیں کہ یہاں آنے کی غرض اعلائے کلمۃ اللہ ہو گی۔ اگر وہ یہ نیت کر کے آئیں گے تو انہیں اپنے اوقات یہاں صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق بھی ملے گی۔ لیکن اگر نیت بُری ہو گی یا وہ بے نیت ہوں گے تو اس کی توفیق بھی انہیں نہ مل سکے گی۔ یہ جو ہر سال جلسہ کے موقع پر شکایت ہوتی ہے کہ جلسہ گاہ سے باہر اور دکانوں پر لوگ شور کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کی کوئی

نیت نہیں ہوتی۔ اگر چلنے سے پیشتر یہ نیت کر لیتے کہ خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جا رہے ہیں تو وہ یہاں آ کر اس طرح وقت کو ضائع نہ کرتے۔ نیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ وہ وقت ضائع کر رہے ہیں اور خود اپنے کام کو خراب کر رہے ہیں۔ اگر چلنے سے پیشتر وہ نیت کو درست کر لیتے تو یہاں آکر اپنے کام کی طرف ان کی توجہ بھی ضرور ہوتی۔

پس اول تو مَیں باہر کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو دوست جلسہ پر آنے والے ہیں وہ اپنی نیت کو درست کریں اور دوسرے قادیان کے جن لوگوں کو خدمت کے مواقع ملتے ہیں۔ اُن کو بھی چاہئے کہ اپنی نیتوں کو درست کریں۔ ان کی خدمت میں ریاء اور دکھاوے کا کوئی پہلو نہ ہونا چاہئے۔ کئی لوگ اس وجہ سے مکان دے دیتے ہیں کہ دوسرے لوگ کہیں گے فلاں شخص نے اپنا مکان خالی کر دیا لیکن اگر کوئی شخص اپنے دل میں کہتا ہے کہ میرا مکان خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہوًا ہے۔ سال کے تین سَو ساٹھ دن میں نے خود اس سے فائدہ اٹھایا ہے اب پانچ دن اللہ تعالیٰ کے لئے دیتا ہوں تو اس نیت کے ساتھ وہ مکان کتنی برکت کا موجب ہو جائے گا۔ لوگ دور دور سے حج کے لئے جاتے ہیں۔ حج بیتُ اللہ کا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ پھر لوگ نمازیں مساجد میں پڑھتے ہیں وہ بھی اللہ کا گھر کہلاتی ہیں۔ لیکن اگر اپنے گھر کو کوئی اللہ تعالیٰ کا گھر بنا سکے تو اسے کس طرح برکتیں ملتی رہیں گی۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت گو اسے مسجد میں بھی جانا پڑے گا کیونکہ مساجد اِسی لئے بنائی گئی ہیں کہ مسلمان ان میں جمع ہوں اور اس کے گھر میں مسلمان جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ اپنے گھر کو خدا تعالیٰ کا گھر بنا دے تو وہ بھی اس کے لئے بہت سی برکتوں کا موجب ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک نبی کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اس نے ایک اونٹنی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ یہ نَاقَۃُاللّٰہِ ہے اسے کوئی کچھ نہ کہے۔4 کیا اِس کا یہ مطلب ہے کہ باقی اونٹنیاں خدا تعالیٰ کی نہ تھیں؟ باقی بھی اُسی کی نَاقَۃ ہیں۔ لیکن ان کے لئے وہ خود فرماتا ہے کہ ان کو ذبح

کرو۔ اس اونٹنی کے متعلق جو نَاقَةُ اللّٰهِ کا لفظ فرمایا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ نَاقَة خدا کے رسول کی ہے اور اسے تبلیغ کے سفر میں وہی اُٹھاتی ہے اور رسول، خدا تعالیٰ کی نَاقَة ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کو اُٹھائے پھرتا ہے۔ پس یہ ناقہ گویا خدا ہی کو اُٹھائے پھرتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیتا ہے اور جو کام بھی کرتا ہے خدا کے لئے کرتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نَاقَة بن جاتا ہے۔ جس طرح وہ اونٹنی دوسری اونٹنیوں سے ممتاز ہو گئی تھی۔ اسی طرح وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح اس اونٹنی پر حملہ خدا تعالیٰ کی تلوار کے سامنے کھڑا ہونے کے مترادف تھا۔ اِسی طرح اس انسان پر حملہ کرنے والا بھی خدا تعالیٰ کی تلوار کے سامنے ہوتا ہے۔ جو اس پر حملہ کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ پر حملہ کرتا ہے۔ تو دیکھو چھوٹی سی نیت کے ساتھ کتنا بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔

پس یہاں کے دوست بھی جو خدمت کریں نیت کے ساتھ کریں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وقت میرا اپنا ہے۔ اِس میں سے پانچ دن میں خدا تعالیٰ کو تحفہ دیتا ہوں تو اِس نیت کے ساتھ وہ کون سا تیر مارے گا۔ لیکن اگر وہ یہ نیت کرے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے 365 دن دیئے تھے۔ مَیں نے غلطی کی کہ 360 اپنے لئے صَرف کر لئے۔ اب پانچ باقی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں تو اس سے کتنا بڑا فرق پڑ جاتاہے۔ اس صورت میں انسان خدا تعالیٰ کو احسان نہیں جتا سکتا بلکہ اس کا دل شرمندگی سے بھرا ہوا ہو گا اور وہ اس خدمت کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے گا۔ لیکن جو یہ سمجھے گا کہ مَیں اپنے وقت میں سے پانچ دن خدا تعالیٰ کو دیتا ہوں اس کا دل فخر اور تکبر سے بھرا ہو گا۔

پس جن دوستوں کو جلسہ کے موقع پر خدمت کا موقع ملنے والا ہے وہ بھی اپنی نیتوں کو درست کریں۔ جس خدمت کے لئے بھی وہ اپنے آپ کو پیش کریں یہ سمجھ کر کریں کہ یہ وقت ان کی چیز نہیں بلکہ خد اتعالیٰ کی ہے۔ مَیں نے غلطی کی

کہ خدا تعالیٰ کے وقت کو اپنے لئے خرچ کر لیا اب مَیں باقی پانچ دن اس کے حضور معذرت کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ پس باہر کے دوست بھی اپنی نیتوں کو درست کر کے آئیں تا یہاں ان کو صحیح طور پر کام کرنے کی توفیق ملے اور یہاں کے دوست بھی نیتوں کو درست کر لیں کہ جن کاموں پر ان کو مقرر کیا جائے وہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کے قُرب کا موجب ہو، نہ ان کے اندر تکبر اور فخر پیدا کرنے کا۔ پھر مَیں باہر سے آنے والوں اور قادیان والوں کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ یہ ایام سردیوں کے ہیں اور بیماریوں کے بھی دن ہیں۔ بعض جگہ ابھی تک ملیریا موجود ہے۔ حالانکہ ان دنوں میں عام طور پر ختم ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ انفلوئنزا بھی شروع ہو رہا ہے۔ پھر جنگیں ہو رہی ہیں۔ اس لئے جب گھروں سے نکلیں تو دعائیں کرتے ہوئے آئیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سفر کی دعا بہت قبول ہوتی ہے 5 اور پھر وہ سفر جو خدا تعالیٰ کے لئے کیا جائے اس کی دعا تو بہت زیادہ قبول ہو گی۔ پس جو دوست جلسہ کے لئے آئیں وہ اپنے لئے بھی اور اُن کے لئے بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں اور جو اُن کی طرح یہاں نہیں آ سکے۔ ان کے لئے بھی جو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ خواہ وہ کسی جگہ ہوں اور باقی سب دنیا کے لئے بھی جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے۔ مگر ابھی اس میں ایمان پیدا نہیں ہوا۔ دعائیں کرتے رہیں۔ اسی طرح قادیان کے دوست ان کے لئے بھی دعائیں کریں جو باہر سے آئیں اور ان کے لئے بھی جو شامل نہیں ہو سکے اور جن کے دلوں میں شامل ہونے کی تحریک ہی نہیں ہو سکی۔ پھر ان کے لئے بھی جن کو ایمان نصیب نہیں ہو سکا دعائیں کریں۔ ساتھ ہی شوکتِ اسلام کے لئے بھی دعائیں کریں کیونکہ یہ ایام تو اسی غرض کے لئے مخصوص ہیں اور وہ دن جن کی غرض ہی شوکتِ اسلام ہے اسلام کا سب سے زیادہ حق ہے کہ ان میں اس کے لئے دعائیں کی جائیں۔ اپنی ضرورتوں کے لئے بھی دعائیں کی جا سکتی ہیں مگر وہ اس قدر حاوی نہیں ہونی چاہئیں کہ دینی ضرورتیں نظر انداز ہو جائیں۔ مَیں نے دیکھا ہے جلسہ کے موقع پر جب دعا ہوتی ہے تو آخر تک

آوازیں آتی رہتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے میرے بیٹے کے لئے دعا کی جائے، کوئی کہتا ہے میری بیوی کے لئے اور کوئی اپنے باپ کے لئے دعا کرنے کو کہتا ہے۔ حالانکہ یہ دعائیں تو ہو ہی جاتی ہیں۔ ہر مومن اپنے نفس اور اپنے عزیزوں کے لئے بھی دعائیں کرتا ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی دعا کرو اس میں اپنے لئے بھی ضرور کرو6 لیکن یہ ایام چونکہ شوکت اسلام کے لئے مخصوص ہیں اس لئے اسلام کے قیام کی دعائیں مقدم ہونی چاہئیں۔ اپنے لئے بھی بے شک کرو مگر ان پر زیادہ زور نہ دو۔ پھر یہ بھی دعائیں کرو کہ جسے تقریر کا موقع ملے خدا تعالیٰ اسے فخر و کبر سے بچائے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے کہ جب کسی کے سپرد کوئی کام کیا جائے اس کی اصلاح بھی فرض ہو جاتی ہے۔ پس جن لوگوں کو جلسے پر تقریروں کا موقع دیا گیا ہے ان کے لئے دعائیں کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق بات بیان کرنے کی توفیق دے۔ ان کے مُنہ سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جو دنیا کی تباہی یا گمراہی کا موجب ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کبر اور فخر سے بچائے وہ لوگوں پر رُعب جمانے کے لئے تقریریں نہ کریں اور یہ نہ ہو کہ ان کی نیت میں خدا تعالیٰ کی رضا، نیکی اور تقویٰ نہ ہو بلکہ خود نمائی ہو۔ اگر ایسا ہو تو ان کے لیکچر لیکچر نہیں بلکہ سڑے ہوئے نجس گند کا ڈھیر ہیں جس سے کسی کو اچھی چیز نہیں مل سکتی۔ غرضیکہ یہ دن بہت دعاؤں کے ہیں۔ پس خود بھی دعائیں کرو اور دوسروں کو بھی دعاؤں کی تحریک کرو۔ باہر کے دوست بھی اور قادیان کے بھی۔ اول تو اپنی نیتوں کو درست کر لیں اور پھر دعائیں بھی کریں۔ نیت کی درستی کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایسا انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ گویا وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کا خادم بنا دیتا ہے۔ یہی توکّل کا پہلا مقام ہوتا ہے۔ توکّل دراصل نیت سے ہی شروع ہوتا ہے جو نیت کو درست کر لیتا ہے وہ گویا توکّل کے پہلے مقام پر قدم رکھتا ہے اور جو توکّل کے مقام پر آجاتا ہے خدا تعالیٰ اس کے کام کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور جس کام کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہو اس کی درستی اور تکمیل میں کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔ دنیا میں لوگ

بڑے بڑے کام کرتے ہیں مگر وہ مٹ جاتے ہیں لیکن توکّل رکھنے والے چھوٹا سا کوئی کام بھی کرتے ہیں تو وہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہتا ہے۔ پس وہ چیز جو ثبات اور دوام دینے والی ہے۔ وہ توکّل ہے اور توکّل کا پہلا مقام نیت کی درستی اور صفائی ہے۔ پس باہر سے آنے والے بھی اور قادیان والے بھی اپنی نیتوں کو درست کر لیں تا خدا تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے ان پر کھلیں۔" (الفضل 24 دسمبر 1941ء)

---

1 الدھر: 8

2 بخاری کتاب بَدْءُ الْوَحِیْ باب کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحِیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

3 یوحنا باب 16 آیات 12 و 13

4 وَ یٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَةً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ (ھود: 65)

5 ترمذی اَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ باب مَا ذُکِرَ فِیْ دَعْوَةِ الْمُسَافِرِ

6 ترمذی کِتَابُ الدَّعَوَاتِ باب مَا جَاءَ اَنَّ الدَّاعِیَ یَبْدَءُ بِنَفْسِہٖ